

عیسائیت میں تصورِ جنگ

ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی[°]

وہ مذاہب جو عرفِ عام میں صلح و آشتی اور امن و سلامتی، نیز انسانی ہمدردی اور محبت کے علم بردار قرار دیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک عیسائیت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ باتیں بڑی حد تک صحیح بھی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن عیسائیت کے سلسلے میں ہمیں یہ بات قطعاً نہیں بھلوئی چاہیے کہ یہ ایک ناتمام مذہب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی تجدید ہے۔ گویا اصل شریعت شریعت موسوی ہے، جو بنی اسرائیل کے لیے تھی اور حضرت موسیٰ کی بعثت خالصتاً بنی اسرائیل ہی کی طرف کی گئی تھی۔ مولا نا مودودیؒ لکھتے ہیں: اس حقیقت کو خود مسیحی علمائی تسلیم کرنے لگے ہیں۔ [کچھ عرصہ پہلے] ایک مشہور مسیحی عالم ڈین انج نے، جن کو کنیسه سینٹ پال کا سب سے بڑا منصب حاصل تھا، گرتن کالج کیمبریج میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ: مسیح نے کبھی موسوی تعلیم سے انحراف نہیں کیا، نہ کوئی نئی تعلیم دی، نہ موسوی مذہب کے مقابل کوئی نیا مذہب قائم کیا۔ روحانی معاملات میں وہ آزادی تو ضرور چاہتے تھے، لیکن اپنے ملک اور وقت کی باتوں کو انھوں نے قبول کیا۔ اس لحاظ سے موسوی شریعت سے الگ ہونا تو ضروری تھا، مگر مسیح نے عیسائیوں کے لیے خود کوئی شریعت تجویز نہیں کی۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ص ۳۳۵، ۳۳۶، ۱۹۷۸ء)

اس سلسلے میں خود حضرت عیسیٰ کا یہ قولِ انجیل مقتی میں مرقوم ہے:

[°] اسستنٹ پروفیسر، شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ [متی، ۵:۷۱]

دراصل بعثت مسیح کا مقصد ان کمیوں، خامیوں اور نفاقیں کو دُور کرنا تھا، جو ایک طویل مدت سے افراد قوم میں درآئی تھیں اور جھوٹوں نے انھیں اندر ہی اندر کھوکھلا بنا کر رکھ دیا تھا۔ آپؐ کا مقصد ان میں اخلاقی فضیلت کی روح پھونکنا، اور انھیں راست بازی، دیانت داری، حلم و برداشتی، عفو و درگزر، زہد و تقویٰ، فقاعت و سیر چشمی اور فروتنی واپسی کی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ وہ حد سے زیادہ طہنماء، دنیا پرست اور بندہ غرض بن کر رہ گئے تھے۔ اس لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنا پورا وقت ان کی انھی اخلاقی خرابیوں کو مٹانے میں صرف کیا۔ پس یہ بات سچ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں اخلاقی فضائل اور نفسانی خواہشات کو دبانے پر زیادہ زور ہے۔ اس مسلمہ حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت زیادہ مدت کے لیے نہ تھی۔ کل ڈھانی یا تین سال کی مدت انھیں میسر آئی اور اس مختصر سی مدت میں ان کے لیے جو کچھ ممکن تھا، انھوں نے کیا۔ ان کے بعض اقوال سے اس بات کی بھی شہادت ملتی ہے کہ وہ جنگ و قتال کی اہمیت سے غافل نہ تھے اور حق پر باطل کی فتح کو وہ ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس مضمون میں حضرت مسیح کی تعلیمات کے اس پبلوکو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ عیسائیت میں امن و عدل سے متعلق کافی مواد ہے، حالاں کہ اس قسم کی تعلیمات سے مثالی معاشرے کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

انجیل کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میسیحیت جنگ کی مخالف تو ضرور ہے، لیکن بہت ساری آئیوں میں ڈھنوں سے جنگ و قتال کی تلقین بھی ملتی ہے۔ چنانچہ میسیحیت میں جنگ و جہاد کے تصور کو سرے سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ ہاں، اتنا ضرور ہے کہ عیسائیت کے نزدیک سب سے بڑا حکم، محبت کا اصول ہے، جیسا کہ انجیل مقدس میں ہے:

دوسری اس کے مانند یہ ہے کہ اپنے پڑو سی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ [متی، ۳۹:۲۲]
یہ دوں مسیح کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ ظلم و عداویں اور سرکشی و فساد کے خلاف آواز بلند نہ کریں، بلکہ اس کے سامنے سراطِ اعتماد جھکا دیں اور خود پر ہونے والے مظالم کو برداشت کریں۔

اس کی واضح مثال پہاڑی کا وعظ ہے، جس میں حضرت مسیح نے اپنے حواریوں کو اخلاق و کردار کی درستی، اور ظلم و ستم سے دور رہنے بلکہ انتقام اور بدله کے جذبات سے بھی دور رہنے کی تلقین کی ہے: تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بد لے آنکھ اور دانت کے بد لے دانت، لیکن میں کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال اس کی طرف پھیر دے، اور کوئی تجھ پر ناش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چون غبھی اسے لینے دے۔ [متی، ۵:۳۱]

ان آئیوں کی روشنی میں یہ بات واضح انداز میں کہی جا رہی ہے کہ تم ظلم و جور کے خلاف کوئی بھی آواز بلند نہ کرو بلکہ ان تمام چیزوں کو سہتے رہو، اسی میں تمحاری بھلائی مقدر ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ دشمنوں سے حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوں سے محبت رکھو اور اپنے دشمن سے عداوت، لیکن اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو۔ [متی، ۵:۳۲]

انجلی مقدس کی ایک دوسری آیت میں ہے:

میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو، جو تم سے عداوت رکھنے ان کا بھلا کرو، جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو، جو تمحاری تحریر کریں ان کے لیے دعا مانگو..... چاہتے ہو کہ لوگ تمحارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں تو تم بھی ان کے ساتھ دیساہی کرو۔ اگر تم محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمحارا کیا احسان ہے، کیونکہ گناہ گار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ [لوقا، ۲۷:۲-۳]

یہ تعلیم مسیح کا اصل الاصول ہے اور ان الفاظ ہدایت کا منشاء بھی واضح ہے کہ ایک سچا عیسائی یا مسیحی اگر کامل اور خدا کا قریبی بننا چاہتا ہے تو وہ کسی بھی حال میں ظلم و تعدی اور جرود و تشدید کا مقابلہ نہ کرے، بلکہ فتنہ پروروں اور فسادیوں کے سامنے اپنے حقق سے دست بردار ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ قوم کو اخلاقی پستی اور تنزل و انجطاط سے نکالا جائے اور ان کے اندر اچھے اخلاق کی روح پھوکی جائے، کیونکہ اس عمل کے بغیر قومیں کبھی کائنات میں اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتیں۔ اسی لیے حضرت مسیح نے اپنی تعلیمات میں قومی سیرت کی تعمیر و ترقی

کی طرف توجہ کی اور اپنے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ کہیں بھی حکومت و اقتدار سے تصادم کی صورت پیش نہ آئے۔ اگر وہ ابتداء ہی میں جنگ و جدال کی صورت حال کو پیدا کر دیتے تو وہ اپنے اس اصلاحی مشن میں ناکام نظر آتے۔ اسی لیے انہوں نے حکومت کے ساتھ تصادم سے ہمیشہ خود کو دور رکھا۔ ایک موقعے پر حضرت مسیح سے قیصر کو ٹکس دینے کے سلسلے میں یہودیوں نے مسئلہ دریافت کیا تو حضرت مسیح نے کہا: ”جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو۔“ [مرقس، ۱۰: ۲۵]

ابتداء میں ان سب احکام کا مدعایہ تھا کہ حکومت و طاقت سے نہ رہ آزمائی نہ ہو اور قوم میں ثابت قدم رہنے کی قوت پیدا ہو جائے۔ بعد میں جب ان میں دھیرے دھیرے ہمت و حوصلہ آنے لگا تو انہوں نے اپنی قوم کو استقامت، تحمل اور بے خوفی کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ ان کے اندر سے خوف وہ اس کو نکالنے کی بھروسہ کو کوشش کی۔ چنانچہ انہوں نے کہا:

لیکن خبردار رہو، وہ تم کو عدالتوں کے حوالے کریں گے اور تم عبادت خانوں میں پیٹے جاؤ گے اور بادشاہوں کے سامنے میری خاطر حاضر کیے جاؤ گے تاکہ ان کے لیے گواہ ہو..... مگر جو آخر تک برداشت کرے گا نجات پائے گا۔ [مرقس، ۹: ۱۳]

انہوں نے اپنی ذات سے محبت اور بے خوفی کو گلے لگانے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے، وہ اسے کھوئے گا۔ اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوئے گا، وہ اسے بچائے گا۔ [لوقا، ۹: ۲۴]

انہوں نے لوگوں کی طاقت و قوت پر بھروسہ کرنے کے بجائے خدا کی ذات پر بھروسے کی تعلیم دی کہ تم لوگوں کے الاطاف و عنایات کے خواہاں نہ رہو بلکہ انہوں نے خدا سے مانگو۔ انہوں نے کہا: جب تم بڑے ہو کر اپنی اولاد کو اچھی چیزیں دیتے ہو تو تمہارا باپ اپنے مانگنے والوں کو کیوں نہ دے گا۔ [لوقا، ۱۱: ۱۳]

حضرت عیسیٰ لوگوں کے دلوں سے قتل کیے جانے کا خوف بالکل نکال دینا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ لوگ جسموں کو قتل کر سکتے ہیں، روحوں کو اسی نہیں بنا سکتے کیوں کہ یہ ان کے اختیار سے باہر ہے۔ فرماتے ہیں:

مگر میں تم دوستوں سے کہتا ہوں ان سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اُس سے ڈرو جس کو اختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے۔ [لوقا، ۱۲:۳-۵]

حضرت عیسیٰ اور جنگ و جہاد

حضرت مسیح یہ سب نصیحت آمیز باتیں اپنی قوم کو اس وجہ سے بتا رہے تھے کہ نفس، آنا، ریا اور اقتدار کے بتوں سے نبرد آزمائہ کو کرو حادثت کی اعلیٰ منزل حاصل ہو جائے اور خدائی با دشائیت کا حصول ممکن ہو سکے، نیز ان کے اندر حریت و آزادی کے حصول کا جذبہ پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں حضرت عیسیٰ نے اپنی تعلیمات کو صرف ہمدردی، ترجم اور اعلیٰ اخلاقیات پر مرکوز رکھا۔ لیکن جب ان کے اندر یہ جذبات نشوونما پا گئے تو تدریجی طور پر آخری زمانے میں جہاد و قتال اور جنگ وغیرہ کی بھی تعلیمات دیں۔ اس میں صداقت ہے کہ ابتدا میں تو بہت کم لوگ مذہب عیسائیت کے حلقة بگوش ہو سکے، کیوں کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو کسی بھی طرح کے عمل سے منع کر دیا تھا، لیکن بعد میں آپ نے جنگ و قتال اور دشمنوں سے بدلہ لینے کی بھی تعلیم دی، تو قابل ذکر حد تک حلقة احباب بڑھا۔ چند اقتباسات بغرض ملاحظہ پیش کیے جاتے ہیں:

حضرت عیسیٰ اپنے دشمنوں کو قتل کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
میرے دشمنوں کو میرے سامنے لا کر قتل کر دو، جنہوں نے نہیں چاہا کہ میں ان پر با دشائی کروں۔ [لوقا، ۱۹:۲۷]

حضرت مسیح نے اپنے ماننے والوں کو تلوار کھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
اس نے ان سے کہا کہ مگراب جس کے پاس بٹو ہو وہ اسے لے اور اسی طرح جھوٹی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک پیچ کر تلوار خریدے انہوں نے کہا:
اے خداوند! یک لتوواریں ہیں، اس نے کہا بہت ہیں۔ [لوقا، ۲۲:۳۷-۳۸]

جنگ پر استقامت و پایداری کی تلقین کرتے ہوئے حواریین کو یہ تعلیم دیتے ہیں:
بلکہ خود تیری جان بھی چھڈ جائے تاکہ بہت لوگوں کے دلوں کے خیال کھل جائیں۔
[لوقا، ۲:۶۳]

دوسری جگہ حضرت مسیح جنگوں کے سلسلے میں اپنے پیر و کاروں سے فرماتے ہیں:

جب تم را بیان اور لڑائیوں کی افواہ بین سن تو گہرہ آنے جانا۔ ان کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت تک ختم نہ ہوگا۔ کیوں کہ قوم پر قوم، سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی،

جگہ جگہ بھونچال آئے گا اور کال پڑیں گے۔ [متی، ۸:۲۳]

نجیل لوقا میں ہے کہ حضرت مسیح کی بعثت کا مقصد لوگوں میں جدائی پیدا کرنا ہے۔ مقصد بعثت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح ارشاد فرماتے ہیں:

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین میں صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں،

بلکہ جدائی کرانے آیا ہوں۔ [لوقا، ۵۱:۱۲]

نجیل مرقس میں یہ تعلیم ہے:

کیوں کہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائے گا، اور جو اپنے آپ کو چھوٹا

بنائے گا بڑا کیا جائے گا۔ [لوقا، ۱۹:۱۳]

لوقا کی نجیل میں یہ آیت مقدس جنگ کی ترجیحی کرتی ہے:

کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اسے کھوئے گا، اور جو کوئی میری اور نجیل کی

خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اسے بچائے گا۔ [مرقس، ۳۵:۸]

متی کی نجیل کی یہ ہدایت بھی دیکھی جائے:

اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے مگر جو اخیر تک

برداشت کرے گا نجات پائے گا۔ [متی، ۲۳:۱۰]

جنگ و قتل آپسی رشتے داروں میں ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور بھائی بھائی کو اور بیٹا بیٹا کو قتل کے لیے حوالے کرے گا اور بیٹے ماں باپ کے

خلاف کھڑے ہو کر انھیں مر واڈا لیں گے۔ [مرقس، ۱۲:۱۳]

عیسیٰ مسیح اپنے تبعین کو دشمنان حق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ تم پوری

جدوجہد کے ساتھ دشمنوں سے مقابلہ کرو اور اس مقابلے میں تم کو کوئی نقصان نہ پہنچ گا۔ نجیل مقدس

میں حضرت عیسیٰ کا یہ فرمان موجود ہے:

دیکھو میں نے اختیار دیا ہے کہ سانپوں اور بچوؤں اور دشمن کی ساری قدرت پر غالب آؤ، اور تم کو ہر گز کسی چیز سے ضرر نہ پہنچے گا۔ [لوقا، ۲۲:۱۰]

انجیل لوقا میں ہی یہ آیت بھی ملاحظہ فرمائی جائے:

میں زمین میں آگ بھٹکانے آیا ہوں اور آگ لگ چکی ہوتی تو میں کیا خوش ہوتا۔ [لوقا، ۳۹:۱۲]

اور ایک جگہ اور حضرت عیسیٰ مسیح کا ارشاد لوقا کی انجیل میں ملاحظہ ہو:

اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ جان سے بھی دشمنی نہ کرے، تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ [لوقا، ۲۶:۱۳]

حضرت موسیٰ کی تعلیم صدیوں بنی اسرائیل کے کانوں سے ٹکراتی رہی لیکن ان کی تعلیم ان کی زندگیوں پر قطعاً اثر انداز نہ ہو سکی۔ وہ حد سے زیادہ دنیا طلبی کی طرف راغب تھے۔ خدا تعالیٰ سے وہ بہت دور ہو چکے تھے۔ انھی برائیوں کو دور کرنے کے لیے حضرت مسیح کو اللہ رب العزت نے مبعوث فرمایا اور حضرت عیسیٰ نے موسویٰ شریعت میں انھی چیزوں کی تجدید فرمائی۔ پس دین مسیح کوئی علیحدہ دین نہ تھا، بلکہ یہ شریعت موسویٰ کی تکمیل تھا۔ خود انجیل میں حضرت مسیح کے یہ الفاظ مذکور ہیں:

یہ نہ سمجھو کہ میں توراة یا نبیوں کی کتابوں کو منسون کرنے آیا ہوں۔ منسون کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم سب سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں توراة کا ایک نقطہ یا ایک شوشا بھی پورا ہوئے بغیر نہ ٹلے گا۔ [متی، ۵:۱۸-۱۷]

ایک دوسری بُجہ اپنے تبعین کو حکم دیتے ہیں:

[فقیہ اور فریضی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تھیں بتائیں سب عمل میں لاوہ اور مانتہ رہو، لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔ وہ ایسے بھاری بوجھ جنہیں اٹھانا بھی مشکل ہے دوسروں کے کندھوں پر رکھ دیتے ہیں، مگر انگلی سے بھی ہلانہ نہیں چاہتے۔] [متی، ۳:۳۳-۳:۳۴]

یوحنانے اپنی انجیل میں شریعت موسویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

شریعت موسیٰ کی معرفت دی گئی اور فضیلت و صداقت یسوع مسیح کی معرفت پہنچی۔

[یوحنا، ۱:۱۷]

ان تمام اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت موسیٰ کے احکام و ہدایت کو حضرت مسیح نے نہ صرف باقی رکھا، بلکہ ان پر صداقت و فضیلت کی مہربھی لگادی۔

‘عہد نامہ قدیم’ میں بھی بہت ساری آیتیں ہیں جو واضح انداز میں یہ بتاتی ہیں کہ جنگ و جدال کا ہونا طے ہے۔ اس جنگ کے ذریعے سے لوگوں کو ہلاک و بر باد کرنے کی تعلیم ملتی ہے۔ ان آیتوں میں یہ بھی تعلیم ملتی ہے کہ جس ملک و قوم پر تم حملہ آور ہواں کو بالکل ہی نیست و نابود کر دو، سرسیز و شاداب کھیتوں اور باغوں کو جلا کر خاک میں تبدیل کر دینے کی تلقین ملتی ہے۔ یہ آیتیں جنگ کا اتنا بھیانک تصور دیتی ہیں کہ آسمانی کتابوں میں کہیں اور نہیں ملتا۔ روغائے کھڑے کر دینے والی یہ آیات ‘عہد نامہ قدیم’ کی کتاب استثناء میں آئی ہیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو پہنچ تو اسے پہلے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے چھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو ٹوواں کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپاپوں اور شہر کے سب مال لوٹ کر اپنے لیے رکھ لینا، اور ٹوواپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو، کھانا اور سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو حیتانہ بچا۔ [کتاب استثناء، ۱۰:۲۰-۱۲:۲۰]

کسی بھی چیز کا پاس و لحاظ نہ رکھا جائے چاہے وہ انسان ہوں یا حیوان، لوگوں کے مسکن ہوں یا عبادت گاہیں، سب کو تباہ و بر باد کر دینے کی تعلیم ‘عہد نامہ قدیم’ میں ملتی ہے جیسا کہ کتاب خروج کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

اور میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا، تو ان کے معبدوں کو سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت

کرنا، نہ ان کے لیے کام کرنا بلکہ تو ان کو بالکل اُٹ دینا، ان کے ستونوں کو

[۲۳:۲۳-۲۴] [کتاب خروج،

قوموں کو تباہ و بر باد کرنے میں اور ان کو تہس نہیں کرنے میں کمی و کوتاہی پر تنقید کی جاتی ہے اور کسی بھی قوم سے کوئی ایسا عہد و پیمان کرنے کو شدت سے منوع قرار دیا جاتا ہے، جو اس کی تباہی و بر بادی میں مانع و مزاحم بنے، جیسا کہ کتاب خروج کی دوسری آیت میں موجود ہے:

سو، خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے، اس کے باشندوں سے کوئی عہد نہ باندھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرا پچندًا ٹھیکرے، بلکہ تو ان کی قربان گاہوں کو ڈھا دینا اور ان کے ستونوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ [کتاب خروج، ۳۲:۳۱]

عہد نامہ قدیم و جدید کے ان اقتباسات پر غور کیا جائے تو دشمنانِ اسلام کے ان اعتراضات پر سخت حیرت ہوتی ہے، جو وہ اسلام کے مقدس تصور جہاد پر یا اعتراض اور کذب بیانی کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ دنیا میں بزویر تکوار ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی لاچار، مجبور اور مفہور اگر اپنی مدافعت میں جان پر کھیل کر ظالموں کے خلاف جنگ و جدال کی راہ اختیار کرے، اور اپنے حقوق کی بازیافت کے لیے جد و جہد کرے، اور مذہبی آزادی کے لیے جابریوں اور ظالموں سے پنجہ آزمائی کرے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے قربانی پیش کرے، تو کیا یہ قتل و غارت گری کو بڑھا دیتا ہے؟ کیا یہ اسلام یا مسلمانوں سے منسوب دہشت گردی اور دہشت ہے؟ نہیں، بلکہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے یہ ایک نیک عمل ہے۔ یہ تو ظلم و تشدد، قتل و غارت گری، فتنہ و فساد اور بد امنی و ناصافی کے خلاف ایک منظم کوشش ہے۔

”عہد نامہ قدیم“ کی تعلیمات سے قطع نظر ”عہد نامہ جدید“ میں جنگ اور محکمات جنگ کا خواہ ناقص تصور ہو یا شرپسندوں اور ظالموں سے بلا قید و شرط انعام اور چشم پوشی ہو، یہ سب تعلیمات اپنے تبعین کو فی الحقيقة سکھت و طمانتیت کی نعمت سے محروم رکھتی ہیں اور کم از کم یہ بات تو حقی اور قطعی ہے کہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں یہ تعلیمات زبردست مانع و مزاحم ہیں، جس میں عدل و انصاف اور امن و آشتوں کا ماحول ہو، مظلوموں کی دادرسی کا روح پرور منظر ہو اور شرپسندوں اور فتنہ پروروں کے خلاف مجاز آ رائی ہو۔